© rasailojaraid.com

اسلام اور مغرب

محمد عمران صدیقی ☆

پیمانۂ فوز وفلاح...... ترقی یا نجات؟

ترقی! ترقی!...... ہر فرد کی کوشش کا محور یہی ہے۔ ہر معاشرہ ترقی کی منزلیں طے کرنا چاہتا ہے۔ ہر حکومت اسی میں ملک وقوم کی کامیابی تصور کرتی ہے۔ انسانی حیات کی ہر تین سطحوں پر یعنی فرد، معاشرے اور حکومت کی کامیابی کا تصور...... ترقی...... کے ساتھ جڑا ہے۔ کامیاب فرد وہی ہے جو مسلسل ترقی کررہا ہو، کامیاب معاشرہ وہی ہے جو مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہو، کامیاب حکومت ومملکت وہی ہے جو ترقی پذیر سے ترقی یافتہ اور ترقی یافتہ سے آگے مزید ترقی کی طرف سفر کررہی ہو......!

کامیابی کا پیمانہ 'ترقی' ہے تو 'ترقی' کا پیمانہ فی کس آمدنی Per capita Income یا پھر 'ترقی' کا پیمانہ 'تسخیر کائنات' ہے۔ جس معاشرے میں فی کس آمدنی جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر وہ 'ترقی یافتہ' کہلائے گا۔ مگر اس کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ فی کس آمدنی کا یہ معیار تسخیر کائنات یعنی سائنس وٹیکنالوجی اور سوشل سائنسز کے علوم کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو، نہ کہ قدرتی اور معدنی دولت کے ذریعے۔ اس لئے سعودی عرب یا کویت جتنے بھی مال دار ملک ہوں، فی کس آمدنی بھی اچھی ہو، لیکن ترقی یافتہ نہیں کہلائے جاسکتے۔

اپنی اس اصل میں ترقی شاید کوئی برائی محسوس نہ ہوتی ہو کہ فی کس آمدنی میں اضافہ یا سائنس وٹیکنالوجی میں اضافہ میں کیا برائی ہے؟ مگر ہم جس عنوان پر بات کرنا چاہتے ہیں وہ ہے: ترقی یا نجات؟ بطورِ مقصدِ حیات یعنی انسانی زندگی کا مقصود کیا ہے؟ انسان کی کامیابی کا معیار کیا ہے؟ فوز وفلاح کا پیمانہ اور میزان کیا ہے؟ فرد کی سطح پر ہو یا معاشرہ یا حکومت کی سطح پر، کون سا فرد کامیاب وکامران کہلائے گا؟ کون سا معاشرہ فوز وفلاح پائے گا اور کون سی

☆ صدر 'اسلامک سنٹر'، MDA چوک، ملتان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت اپنے ملک و قوم کی خیر خواہ مانی جائے گی۔ اس کا جواب آج کی جاہلیتِ جدیدہ 'ترقی' کے نام سے دیتی ہے اور اسلام 'نجات' کے نام سے۔

جاہلیتِ جدیدہ کے ہاں کوئی بھی فرد کامیاب و کامران اس وقت گنا جائے گا جب وہ ترقی کررہا ہو، اس کے سرمایے میں اضافہ ہو رہا ہو اور وہ 'آزادی' اور 'مساوات' کی اَقدار میں آگے بڑھ رہا ہو۔ جبکہ اسلام کی نظر میں کوئی شخص اس وقت کامیاب و کامران گِنا جاتا ہے جب وہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں 'نجات' پانے والا بن جائے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران:۱۸۵)

''کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔''

نیز فرمایا:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾ (الکہف:۴۶)

''یہ مال اور یہ اولاد محض زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے ربّ کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں۔''

﴿اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ﴾ (الرعد:۲۶)

''یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں متاعِ قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

ہدایت اِس دنیا میں اللہ کے پیغمبرؐ کی تعلیمات (قرآن و حدیث) کی پیروی کا نام ہے اور نجات اُس دنیا (آخرت) میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عذابِ جہنم سے بچ کر نعمتِ جنت میں جانے کا نام ہے۔ دینِ اسلام میں کوئی شخص 'ترقی' نہ کررہا ہو یعنی نہ تو اس کی دولت میں اضافہ ہو رہا ہو اور نہ وہ دنیا کی تسخیر میں آگے بڑھ رہا ہو، یہ تو ممکن ہے کہ وہ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے، لیکن اسلام اس کو ناکام و نامراد فرد کے طور پر نہیں لیتا۔ بلکہ ناکام و نامراد تو وہ بدنصیب ہے جو ہدایت نہ پاسکا، وحی کی نعمت کی پیروی سے محروم رہا، توحید کی مٹھاس نہ چکھ سکا، گمراہی و ظلمت کے اَندھیروں میں بھٹکتا رہا، وحی کے علم سے بے بہرہ اور اس کی پیروی سے اِعراض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتا رہا۔شرک کا زہر گھونٹ گھونٹ بھرتا رہا، مرتا رہا اور نتیجتاً جنت سے محروم اور جہنم کا ایندھن بنا دیا گیا۔

﴿وَالْعَصْرِ ۞ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۞ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورۃ العصر)

''زمانے کی قسم! انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ'' (صحیح مسلم:۲۶۲۲)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت لوگ پریشان حال، بال غبار آلودہ دروازوں سے دھکیلے ہوئے ایسے ہیں کہ اگر اللہ کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اُن کی قسم کو سچا کر دے۔''

تو کیا ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ دنیا کافروں کے لئے چھوڑ دی جائے اور راہبوں کی طرح، صوفیوں اور پنڈتوں کی طرح مردم بیزار اور دنیا سے بے نیاز ہوکر رہا جائے۔ حاشا وکلاّ ہمارا مقصد یہ ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ بلکہ مالک کائنات نے تو ہمیں دعا سکھلائی ہے کہ مانگتے رہیں

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ:۲۰۱)

''اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔''

اور ہمیں یہ تعلیم دی:

﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (القصص:۷۷)

''اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش نہ کر، احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو دنیا اپنی تمام تر زیب و زینت، مال و دولت، عورت وشہرت اوراقتدار ولشکر سمیت لازمۂ حیات تو ہے اور ضرورتِ زندگی بھی مگر مقصودِ حیات نہیں اور کامیابی کی علامت وضمانت نہیں۔مقصودِ حیات 'ہدایت' ہے اور کامیابی کی علامت وضمانت 'نجات' ہے۔اسی لئے قرآنِ مجید نے ذکر کیا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾ (آل عمران:۱۴)

''لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس: عورتوں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کا سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ اللہ کے پاس ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُصِيبُونَ الْغَنِيمَةَ إِلاَّ تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الآخِرَةِ وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ وَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ﴾ (صحیح مسلم:۱۹۰۶)

''جب مجاہد اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور اُنہیں (امن وسلامتی سے) مالِ غنیمت مل جاتا ہے تو اُنہوں نے اپنا دو تہائی ثواب دنیا میں پالیا اور اگر (مصیبت یا شکست آئے اور) وہ غنیمت حاصل نہ کرسکیں تو وہ پورے ثواب کے مستحق ہوں گے۔''

امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے دورِ مبارک میں فتح فارس کے موقع پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں سونے چاندی کے ڈھیر جمع ہو رہے ہیں، لوگ خوش ہو رہے ہیں اور سیدنا عمرؓ رو رہے ہیں۔ساتھیوں نے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ کہیں ہمارے اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں نہ مل رہا ہو ہم نے تو وہ آخرت کے لئے کیے ہیں۔

مسلمانوں کا امام صرف نماز کا نہیں بلکہ سیاست کا بھی، صرف مسجد کا امیر نہیں بلکہ خلافت کا بھی امام ہوتا ہے۔ملک فتح بھی کررہے ہیں، قوموں کو زیرِنگین بھی لارہے ہیں مگر اس کو کامیابی کا معیار اور کامرانی کی حقیقی علامت نہیں سمجھا جارہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

'جاہلیتِ جدیدہ' کے ہاں جب 'ترقی' مقصدِ حیات ٹھہری تو باقی ہر چیز پست ہوگئی۔ مذہب، عقیدہ، اخلاق، شریعت جو چیز بھی ترقی کی راہ میں حائل ہو، اسے توڑ ڈالو، تباہ کردو، بدل دو۔ ترقی کی راہ میں مذہب حائل ہوا تو اُنہوں نے اسے بیڑیاں سمجھ کر توڑ ڈالا، وحی الٰہی سے انکار کردیا، کتابِ الٰہی کو دستورِ از کار رفتہ بنادیا۔ عقیدہ اگر ترقی کی راہ میں حائل ہوا تو 'لا أدري' کہہ کر اللہ پروردگارِ عالم اور آخرت کی جزا و سزا کو اپنی زندگی سے لاتعلق کرلیا۔ اخلاق حائل ہوا تو معیارِ اخلاق ہی بدل ڈالا۔ مذہب اور فطرت کی بجائے عالمگیر غلبہ Universolisation اور مادی غلبہ اخلاق کا معیار بن گئے۔ حلال وحرام کے الٰہی ضابطے، ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے تو اُنہوں نے حلال وحرام کے پیمانے خود گھڑ لئے۔ اب حلال وحرام وہ نہیں جس کو اللہ، کتاب اللہ اور رسول اللہ حلال وحرام قرار دیں بلکہ ہر وہ چیز حلال ہے جو ترقی کی راہ میں معاون بنے۔

آزادی، مساوات، سود، فحاشی، ملکوں پر قبضے، قوموں کا خون، نسلوں کی تباہی ہر شے جائز اور ہر وہ چیز حرام ہے جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ علم وہ پسندیدہ ہے جو ترقی میں معاون ہو۔ شخصیت وہی محبوب ہے جو ترقی پسند ہو۔ جو مدرسہ 'نجات' کا علم پڑھائے، جو شخصیت 'ہدایت' کی طالب ہو، جاہلیتِ جدیدہ کے اس دور، معاشرے اور حکمرانی میں اُس کا نہ کوئی مقام ومرتبہ ہے نہ کوئی وقار واحترام!!

لیکن ایک مسلمان یہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو موت وحیات کو امتحان و آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے:

﴿الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:۲)

''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔''

اور مالک کائنات نے حکم فرمایا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کی جائے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے۔''

مگر بدقسمتی سے ہم لوگ (مسلمان) بھی جس شخصیت کو ترتیب دیتے ہیں، جس معاشرہ کو بناتے ہیں اور جو حکومت اور نظام چلاتے ہیں، وہ ترقی کے لئے تو معاون ہوتا ہے اور 'نجات' و 'ہدایت' کے مخالف یا لاتعلق۔ ہمارے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں جو تعلیم دے رہے ہیں، آئندہ نسلوں کی جو شخصیت ترتیب دے رہے ہیں، جو ذہنیت پروان چڑھ رہی ہے اور جو تعلیمی نصاب بنائے جاتے ہیں وہ سب کے سب طالب علموں کو چند روزہ دنیوی ترقی کے لئے تیار کرتے ہیں۔ سائنس یا سوشل سائنس کی تعلیم ہوتی ہے تو 'ترقی' کے لئے۔ یہاں تو 'اسلامیات' کی تعلیم بھی نجات اور ہدایت کے مقصد کے لئے نہیں بلکہ ترقی کی غرض سے لی اور دی جاتی۔ سائنس پڑھنے والے طلبہ و طالبات ہوں یا سوشل سائنس پڑھنے والے، آپ کبھی ان کے ماحول اور مباحث کو دیکھ لیجئے، سن لیجئے!

میڈیا کے ذریعے قوم کی جو ذہنیت بنائی جارہی ہے، اخبارات ورسائل، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے جو تربیت کی جاتی ہے، جو سبق اور تعلیم پھیلائی جاتی ہے۔ ڈرامہ، فلم، ادب، نثر، نظم، اَفسانہ کے ذریعے جو کچھ سکھایا جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو نجات و ہدایت کی بجائے ترقی کو ہی مقصدِ حیات بنانے میں مدد کرتا ہے۔

سماجی سطح پر NGOs، معاشی سطح پر سودی ادارے، سیاسی سطح پر حاکمیتِ جمہور، عالمی سطح پر UNO, World Bank, IMF. وغیرہ سب ہی ادارے ترقی ہی کو انسانی حیات کا مطمع نظر قرار دیتے ہیں۔ اور انسان کو اس کی حقیقی فوز وفلاح اور ہدایت ونجات سے غافل کرنے میں اپنا اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کررہے ہیں۔

یوں موجودہ دور کے تمام اِدارے سماجی سطح پر ہوں یا سیاسی سطح پر، تعلیمی ہوں یا معاشی، سائنس کے علوم ہوں یا سوشل سائنس کے، ادب ہو یا تاریخ سب کے سب انسانوں کو اسلام اور اس کی تعلیمات سے دور کرنے میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔

اس کے مقابلے میں اسلامی شخصیت، اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت وریاست ہر سطح پر چاہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، عقیدہ ہو یا نظام، آخر کار وہ توحیدِ باری تعالیٰ اور آخرت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاد دہانی کے لئے برپا ہوتی ہے۔ آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام کے تمام انبیا اسی مقصد کو لے کر مبعوث ہوتے رہے۔ وہ کسی رہبانیت کا سبق نہ دیتے تھے، لیکن ترقی دنیا کو بھی انسانی زندگی کا محور نہ بناتے تھے۔ بلکہ دنیا کے ہر معاملے کو وحی الٰہی کی روشنی میں طے کراتے تھے اور انسان کا مقصدِ پیدائش عبادت و بندگی اور منتہائے مقصود رضائے الٰہی اور نجاتِ اُخروی کو قرار دیتے رہے۔

اسی مقصدِ حیات کی تعلیم پیروانِ نبوت نے اپنے معاشروں میں عام کی۔ اسی مقصدِ حیات کے لیے اسلامی حکومت و خلافت برپا ہوتی رہی۔ اسلامی مدارس جس علم کو پھیلاتے ہیں وہ وحی کا علم ہوتا ہے۔ قرآن و سنت اور ان سے ماخوذ عقیدہ، فقہ اور تزکیہ کے علوم جو انسان کو نجات کی راہ سمجھاتے ہیں۔ فنون، طب، ہندسہ، کیمیا، فلسفہ، منطق وغیرہ یا تو ردّ کے لئے سکھلائے جاتے ہیں یا پھر تخصص اور دیگر ضروریات کے لئے، اس لئے یہ علوم فرضِ کفایہ ہیں۔ جو علم فرضِ عین ہے وہ مقصودِ حیات یعنی ہدایت و نجات کا علم ہے، نہ کہ آسائش و ترقی کا علم یا خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے کا علم۔ ہدایت و نجات کا بنیادی علم جو کہ فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے، جانے اور مانے بغیر کوئی شخص ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لے یا انجینئر، ڈاکٹر اور سائنسدان بن جائے، اسلام کی نظر میں وہ جاہل یا ماہرِ فن تو ہوگا، کوئی عالم ہرگز نہیں۔

اسی طرح کوئی بھی معاشرہ اور حکومت جو بندگیٔ ربّ، عدل اور نجات کے بجائے فقط آزادی، مساوات اور ترقی کی اَقدار پر قائم ہو، اسلام کی نظر میں وہ جاہلی معاشرہ اور طاغوتی حکومت گنی جائے گی جو اپنے افراد و عوام کو اللہ کی رضا اور جنت کی بجائے اللہ کے غضب اور جہنم کی طرف لے جانے کا سبب اور وسیلہ بنے گی۔

یاد رہے کہ ترقی و تنزل کا یہ وہ تصور ہے جو جاہلی معاشروں میں پایا جاتا ہے اور مادی پیمانوں میں تولا جاتا ہے۔ عروج و زوال کا اسلامی تصور اس سے بالکل الگ شے ہے۔ اسلامی حوالے سے تو ترقی مقصدِ حیات نہیں بلکہ نجات مقصدِ حیات ہے، لیکن کیا جاہلی اعتبار سے بھی انسان اور دنیا ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ بعض مفکرین کا یہ کہنا ''انسان نے پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑنا تو سیکھ لیا ہے اور مچھلیوں کی طرح سمندر میں تیرنا سیکھ لیا ہے، لیکن انسان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح زمین پر رہنا نہیں سیکھ سکا۔" اسی طرح یہ قول کہ ترقی صرف اشیا میں ہوئی ہے نہ کہ انسانیت میں، انسان تو پہلے سے بڑھ کر ظالم و جابر، متکبر و سرکش، حرص و ہوس کا بندہ بن کر رہ گیا ہے اور ترقی صرف سائنس و ٹیکنالوجی میں معلوم ہوتی ہے۔

لیکن خود اس نقطہ نظر پر بھی...... کہ سائنس و ٹیکنالوجی میں شاندار ترقی ممکن ہوئی ہے...... مختلف مفکرین تنقید کرتے ہیں۔ ذرا اس بات کو بھی سنئے، زاہد صدیق مغل اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

"......کئی دوسرے معیارات سے گھوڑا اور گدھا کار کے مقابلے میں زیادہ بہتر سواری کا نظام فراہم کرتے ہیں مثلاً گھوڑے، اونٹ وغیرہ کی سواری کا یہ کمال تھا کہ یہ سواری ہر سال دو چار بچے بھی دیتی تھی اور اس وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو اپنی سواری مستعار دینے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتے تھے اور اس کی انشورنس بھی نہیں کرائی جاتی تھی۔ اس میں پٹرول ڈلوانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اردگرد موجود زرعی زمینوں اور چراگاہوں سے اس کی خوراک کا بندوبست ہوجاتا تھا۔ اس سواری کا سفر اتنا سستا تھا کہ اس پر بیٹھ کر امام بخاریؒ نے کئی ممالک کا سفر کیا، اگر یہ سواری ضائع ہوجاتی تو دوسری سواری خریدنا ناممکن نہیں ہوتا تھا۔ اگر سواری میں کوئی نقص پیدا ہوجاتا تو اس کو ذبح کر کے کھالیا جاتا، یہ سواری کسی قسم کی ماحولیاتی آلودگی کا باعث نہیں تھی۔ اس کا گوبر تک کھاد کے کام آتا تھا۔ اس سواری کی دیکھ بھال کے لئے بڑے بڑے ورکشاپ کھولنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی، جہاں بیٹھے ہوئے کارندے لوگوں کو بیوقوف بناتے ہوں۔ مالک اس سواری کے کل پرزوں کو اور طریقہ کار کو جان سکتا تھا اور جانتا تھا، وہ اس کی خوبیوں، خرابیوں سے واقف ہوتا تھا۔ اس کو درست کرنے اور درست رکھنے کے لئے اسے سات سمندر پار سے ماہرین، بروشر، ٹیکنالوجی ایکسپرٹ اور ہزاروں قسم کے ماہرین کی ضرورت نہ تھی۔ پھر اس سواری کا سب سے بڑا فائدہ انسان کا صحت مند وجود تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ پر پندرہ کلومیٹر سفر کرنے کے بعد نہ کسی کو حملہ قلب ہوتا تھا اور نہ بلڈ پریشر بڑھتا تھا، نہ شوگر ہوتی تھی اور نہ سونے کے لئے نیند کی گولیاں کھانی پڑتی تھیں اور نہ جسم میں طرح طرح کے درد نکلتے تھے جو آج کل کے پیٹ بھروں اور آرام پسندوں کو لاحق ہوگئے ہیں...... بتایئے کیا سائنس و ٹیکنالوجی کے ماہرین ان معیارات پر کار کا موازنہ گھوڑے اور اونٹ گاڑی سے کرنے کیلئے تیار ہوں گے؟" (سائنسی علیت اور اسلام، غیر مطبوعہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ خود ترقی کے مادی معیارات بھی مختلف ہوتے ہیں اور ترقی ماپنے کا کوئی عالمگیر پیمانہ نہیں ہے، لیکن کسی بھی پیمانے پر ترقی انسان کا مقصودِ حیات بن جائے یا فوز وفلاح کی میزان بن جائے اور نجات و ہدایت کے مقصدِ حیات کو بھلا دے تو تباہی اور گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ آج پوری انسانیت بالعموم اسی جہالت کے گڑھے میں دھنستی جارہی ہیں جہاں اس نے نجات و ہدایت کی بجائے ترقی و مادیت کو اپنا مقصود قرار دے دیا ہے اور اسی کو کامیابی کی راہ سمجھ لیا گیا ہے۔ جبکہ اسلام کے نزدیک مادی ترقی یا مادی انحطاط کا حقیقی کامیابی سے کوئی تعلق نہیں۔

پرانے زمانے میں بھی کئی قومیں ایسی ہوگزری ہیں جنہوں نے تمدن، بود و باش اور عمارت سازی میں بہت ترقی کرلی تھی۔ اس مادی ترقی اور اس پر ان کے گھمنڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ (فصلت:۱۵)

''عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے تھے اور کہنے لگے: ''کون ہے ہم سے زیادہ زور آور''...... ان کو یہ نہ سوجھا جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے۔''

اسی طرح فراعنۂ مصر اور قارون کا حال قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ فراعنۂ مصر کے دور کی ترقی کا حال تو آج بھی اہرامِ مصر سنا رہے ہیں، لیکن فرعون اور قارون اپنی جاہ وحشمت سمیت غرقِ آب کر دیے گیے اور زمین میں دھنسا دیئے گئے اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بنادیے گئے۔ یوں مادی ترقی اُن کے لیے فوز و فلاح کا سبب نہ بن سکی، نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں! ان کے مقابلے میں قرآن مجید اصحاب کہف اور اصحاب الاخدود کے واقعات سناتا ہے جو اس دنیا میں تو 'ترقی' کی راہ پر گامزن نہ تھے بلکہ اپنے معاشرے اور حکمرانوں کے زیر عتاب آکر رہے، لیکن آخرت میں حقیقی فوز و فلاح سے ہم کنار ہوئے۔

© rasailojaraid.com